THE ISSUES OF DIVORCE AND ITS TYPES AND RULES MENTIONED IN SURAH AL-TALAQ IN THE LIGHT OF AL-IKLIL FE ISTINBAT TANZEEL – A RESEARCH REVIEW

الاکلیل فی استنباط التنزیل کی روشنی میں سورۃ الطلاق میں مذکور مسائل طلاق اور اس کے اقسام واحکام کا تحقیقی جائزہ

Mohammad Younas, Research Scholar, Dept. of Islamic Studies, University of Baluchistan Quetta. Email: mohammadyounas652@gmail.com

ABSTRACT:
In this Article presented a research about talaq and its attributes. The author analyst this orders in light of Quran and Sahih Hadith. Al-Suyuti was born on 3 October 1445 AD (9th century hijri) in Cairo, Egypt. His Family moved to Asyut in Mamluk Egypt, hence he called Al-Suyuti. Al-Suyuti was the famouse Scholar of Islamic History. He worked in every field of Islamic studies. He belongs to Shafi School of thought. He wrote many books about fiqh, Hadith, Tafseer and sufiism. was died on 18 October 1505. His tafseer Aldurr ul mansoor is called tafseer bilmathoor but he coated a lot of Israeli traditions in this Tafseer which was not correct at others Mufassereen. Divorce is subject to certain conditions and specific rules and ethical principles. Likewise, there are certain requirements for confrontation with enemies and Muslims are not supposed to poison the drinking water, destroy the trees, and wrong children, women, and senior citizens. Significant factors leading to divorce include the partners' mistreatment of each other.
Key words: *Talaq, Al-Suyuti, history, Fiqh, Hadith.*

علماء کی درس وتدریس کی زینت، پانچ سو سے زائد چھوٹی بری کتابوں کے مصنف علم کی جہاں کا آفتاب ومہتاب علامہ جلال الدین سیوطیؒ معروف ومشہور شخصیت کے مالک ہے آپ کی حیات جاوداں کے بارے میں تاریخِ تفسیر والمفسرین کے مولف غلام احمد حریری مرحوم تحریر فرماہیں: ''نام نامی جلال الدین ابوالفضل عبدالرحمان بن ابی بکر سیوطی ہے، آپ سافعی المسلک تھے ماہ رجب 849 ہجری کو پیدا ہوئے ابھی پانچ برس سات ماہ کے تھے کہ ان کے والد کا انتقال ہو گیا والد نے آپ کو چند لوگوں کی تحویل میں دے دیا تھا جن میں کمال بن ہمام کا نام قابل ذکر ہے۔ آپ نے ان کی حفاظت وتربیت کا حق ادا کر دیا۔ آٹھ سال کی عمر میں قران کریم اور بہت سی متون زبانی یاد کرلیں۔ آپ کے تلمیذ علامہ داؤدی کا بیان ہے کہ علامہ سیوطی کے شیوخ واساتذہ کی تعداد اکاون ہیں۔ آپ پانچ سو سے زائد کتب کے مصنف ومؤلف ہے، امام سیوطی سرعت تصنیف میں عدیم النظیر تھیں۔ داؤدی کہتے ہے کہ میرا چشم دیدہ واقعہ ہے کہ استاد گرامی ایک دن میں تین برے احزاء تحریر کر لیا کرتے تھے سیوطی علم حدیث اور اس کے متعلقہ فنون متون اور اسانید کے روات ورجال اور استنباط احکام میں یکتائے روزگار تھے وہ خود فرماتے ہیں کہ مجھے دو لاکھ احادیث یاد ہیں۔ اور اگر کچھ اور حدیثیں ملتے تو میں انہیں بھی یاد کرلتا جب چالیس سال کی عمر کو پہنچے تو دنیوی علائق سے علیحدہ ہو کر اپنے آپ کو ذکر وعبادت کے لئے وقف کر دیا فتوی اور تدریس تک ترک کر دی۔ روضہ المقیاس میں سکون پزیر ہوئے اور وفات تک وہی رہے آپ کے

بہت سے مناقب وکرامات ہیں آپ نے بہت عمدہ اشعار بھی کہے ہیں۔ جو علمی فوائد اور شرعی احکام سے متعلق ہیں۔ آپ نے 19 جمادی الاولی 911ھ شب جمعہ کو وفات پائی''۔[1]

جلال الدین سیوطی حیرت انگیز قوت حافظہ کے مالک تھے۔ آپ نے آٹھ برس کی عمر میں قرآن مجید حفظ کیا۔ اس کے بعد عمدۃ الاحکام للنووی، منھاج: لابن مالک، اور الفیۃ: للبیضاوی حفظ کر لیں۔ آپ نے مصر کے نامور اساتذہ سے تفسیر، حدیث، فقہ، نحو، معانی، بیان، طب وغیرہ علوم کی تعلیم حاصل کی۔ 869ھ میں سیوطی فریضہ حج ادا کرنے کے لیے گئے اور وہاں کے اساتذہ سے کسب فیض کیا۔ سفر حج کے دوران میں انھوں نے "النحلۃ الزکیۃ فی الرحلۃ المکیۃ اور النفحۃ المسکیۃ و التحفۃ المکیۃ" تصنیف کیں[2]۔ اس کے بعد 870ھ کے اوائل میں قاہرہ واپس آئے اور اپنے والد کے مدرسہ شیخونیہ میں مدرس ہو گئے۔ 891ھ میں آپ کو معروف مدرسہ البیبرسیہ میں بھیج دیا گیا۔ لیکن بعض وجوہات کی بنا پر آپ کو 906ھ میں اس منصب سے الگ کر دیا گیا۔ کچھ عرصہ کے بعد آپ کے جانشین مدرس کی وفات کے بعد آپ کو دوبارہ اسی عہدے کی پیش کش کی گئی جسے آپ نے قبول نہ کیا اور گوشہ نشینی کی زندگی اختیار کر لی۔ آپ نے 18 جمادی الاولیٰ 911ھ میں وفات پائی۔[3] علامہ سیوطی کثیر التالیف علماء میں سے تھے، اپنی نادر روزگار 500 سے زائد تصنیفات کا گراں قدر مجموعہ اپنے پیچھے چھوڑا جن کی فہرستیں مختلف لوگوں نے ترتیب دی ہیں، ڈاکٹر محمود احمد غازی اپنے محاضرات قرآنی میں فرماتے ہیں: ''علامہ جلال سیوطی مشہور مفسر محدث اور فقیہ بلکہ ہر فن کا مولا ہے۔ جن کی کم و بیش پانچ سو کتابیں موجود ہیں''۔4

مولوی عبد الحلیم چشتی نے فوائد جامعہ بر عجالہ نافعۃ، میں 506 کتب کی فہرست ترتیب دی[5]۔ اسماعیل پاشا بغدادی نے آپ کی تصانیف کی ایک فہرست ترتیب دی ہے جبکہ آپ کے ہم عصر علماء میں سے کسی ایک کی بھی تصانیف کی تعداد اس قدر نہیں ہے۔[6]

تفسیر الاکلیل فی استنباط التنزیل کا ایک مختصر جائزہ:

قرآن مجید بے شمار علوم وفنون کا خزینہ ہے۔ اس کے متعدد مضامین میں سے ایک اہم ترین مضمون اس کے احکام ہیں جو پورے قرآن مجید میں جابجا موجود ہیں۔ احکام القرآن پر مبنی آیات کی تعداد پانچ سو یا اس کے لگ بھگ ہے۔ لیکن مفسرین کرام نے جہاں پورے قرآن کی تفاسیر لکھی ہیں، وہی احکام پر مبنی آیات کو جمع کر کے الگ سے احکام القرآن پر مشتمل فقہی تفسیری مجموعے بھی مرتب کئے ہیں۔ احکام القرآن پر مشتمل کتب میں قرآن مجید کی صرف انہی آیات کی تفسیر کی جاتی ہے جو اپنے اندر کوئی شرعی حکم لئے ہوئے ہیں۔ اس کے علاوہ قصص اخبار وغیرہ پر مبنی آیات کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ علامہ سیوطی کی تفسیر "الاکلیل فی استنباط التنزیل" بھی اسی طرز و انداز کی لکھی گئی ایک منفرد تفسیر ہے، جس میں علامہ سیوطی نے پورے قرآن میں موجود احکام پر مبنی آیات کی تفسیر قلم بند کی ہے۔

احکام القرآن پر قرون اولی سے لے کر آج تک بہت ہی عمدہ اور اعلی پیرایہ میں تفاسیر لکھی جا چکی ہیں، مگر علامہ سیوطیؒ کی تفسیر ''الاکلیل فی استنباط التنزیل'' کئی حیثیتوں سے ممتاز ہے، اس کی ایک اہم وجہ یہ ہے کہ انہوں نے مختصر و احسن انداز اور بہترین پیرایے میں ان احکام کا استقصاء کیا ہے۔ احکام القرآن پر علامہ سیوطی کا مرتب کردہ مجموعہ ''الاکلیل فی استنباط التنزیل'' مختصر ہونے کے ساتھ ساتھ نہایت مفید مجموعہ ہے، اس فقہی تفسیر میں علامہ سیوطی نے فقہی احکام و مسائل کی بہت مختصر، آسان اور سہل انداز میں تشریح فرمائی ہے۔ اس تفسیر میں علامہ سیوطی نے عموما شافعی مسلک کو مد نظر رکھتے ہوئے فقہی احکام کا استنباط کیا ہے مگر باین ہمہ وقتا فوقتا دوسرے مشہور فقہی مسالک

کا بھی تذکرہ کرتے ہے۔ایک جید فقہی عالم اور مفتی ک یلئے یہ تفسیر اہم فقہی ماخذ ہے جو دوسرے بہت ساری فقہی تفاسیر سے مستغنی کرنے والی ہے، علامہ عبدالقادر الکاتب اس تفسیر کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں کہ :''علامہ جلال الدین سیوطی کی یہ تفسیر اس بلند و برتر ہے مجھ جیسا عاجز اس کی تعریف کرے، یہ تفسیر روز اوّل سے علماء اور فقہاء کے استنباطات کا مرجع ہے۔اگر لوگوں کی طبائع جامدہ کا خیال نہ ہوتا تو علماء ہر وقت اس کی طرح طرح کی خدمات کرتے رہتے، اور لوگوں کے لئے اسے سہل بناتے''۔[7]

سورہ الطلاق کا مرکزی خیال اور خلاصہ مضامین:

اس سورت کا مرکزی مضمون طلاق اور عدت ہے، یہ معاشرتی اعتبار اور خاندانی لحاظ سے اتنا اہم مسئلہ ہے کہ اس کی اہمیت کے پیش نظر اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے طلاق اور عدت کے بہت سارے احکام سے آگاہ فرمایا، عدت اور طلاق کے مسائل سورۃ نساء میں کچھ زیادہ تفصیل سے آئے ہیں مگر اس چھوٹی سی سورت میں بہت سارے مسائل کا احاطہ کیا گیا ہے، علامہ قرطبیؒ لکھتے ہیں کہ :''یہ سورت جو سورۃ طلاق کے نام سے موسوم ہے اس میں خصوصیت سے طلاق اور عدت وغیرہ کے احکام کا ذکر ہے اسی لئے بعض روایات حدیث میں اس کو سورۃ نساء صغریٰ بھی کہا گیا ہے یعنی چھوٹی سورۃ نساء''[8] سورہ نساء القصری کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح سورہ نساء میں عائلی، خاندانی اور خاص کر طلاق اور عدت کے مسائل مذکور ہے اسی طرح یہاں سورہ طلاق میں بھی انہی عائلی اور خاص کر طلاق اور عدت کے مسائل کا تذکرہ ہے، اس سورت کا مرکزی مضمون خلاصۃ مضامین اور خدوخال بیان کرتے ہوئے، مفاتیح الغیب میں علامہ فخر الدین رازی حنفی لکھتے ہیں : وَفِي أَوَّلِ هَذِهِ السُّورَةِ إلى كمال بمصالح النساء وبالأحكام الْمَخْصُوصَةِ بِطَلَاقِهِنَّ۔[9] ترجمہ: اس سورت کے شروع سے آخر تک خواتین کے مصالح اور ان کے طلاق سے متعلق احکام بیان ہوئے ہیں۔

ہر سورت کے کچھ مرکزی مضامین اور خلاصہ کلام بھی ہوتا ہے سورہ الطلاق کے مضامین کا خلاصہ کلام حسب ذیل ہیں: سورۃ الطلاق یہ سورۃ مدنی ہے اور اس کی بارہ آیات اور دو رکوع ہیں۔ابن الضریس والنحاس وابن مردویہ والبیہقی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ سورۃ طلاق مدینہ منورہ میں نازل ہوئی[10]۔طاؤسؒ سے روایت ہے کہ نبی اکرم □ نے جمعہ کی نماز میں سورۃ جمعہ اور سورۃ الطلاق آیت "یاایہاالنبی اذا طلقتم النساء" (الطلاق) کی تلاوت فرمائی[11]۔اس سورہ میں طلاق کے احکام و مسائل کا بطور خاص تذکرہ ہوا ہے اور یہی اس کا مرکزی مضمون ہے۔اس سورہ میں طلاق کی طرح عدت کے احکام و مسائل کا بھی بطور خاص تذکرہ ہوا ہے اور یہی اس کا مرکزی مضمون ہے۔رضاعت کے مسائل بھی اس سورت کا حصہ ہیں۔نفقہ کے مسائل کا بھی احاطہ کیا گیا ہے۔خلاصہ این کہ عائلی قوانین کا مجموعہ ہے۔ان مسائل میں تقوی کی بھی تاکید کی گئی ہے، کیونکہ عائلی مسائل صرف لگے بندے قوانین سے حل نہیں ہوسکتے بلکہ ان کے لئے اخلاق تقوی شرط اول ہے۔

طلاق کا تعارف:

یہ سورت نمبر کے حساب سے 65 ویں ہے یہ مدینہ میں 6ھ میں نازل ہوئی اس میں 2 رکوع اور 12 آیات ہیں اس میں معاشرتی اور تمدنی اصولوں میں سے ایک بہت اہم اصول طلاق کے بارے میں قرآن وسنت کی روشنی میں وضاحت کی گئی ہے، یہ مسئلہ ازدواجی زندگی کا انتہائی اہم مسئلہ ہے، اس حوالے سے قران ایک ایسا اصلاحی نظام پیش کرتا ہے جو کہ نہ صرف دو افراد سے ہی تعلق رکھتا ہے بلکہ پورے عالم انسانی اور اقوام

عالم کی رہنمائی کرتا ہے، اس جہان رنگ و بو کی ایک بنیاد میاں اور بیوی ہے۔ بعض اوقات اس مقدس رشتے میں دراڑ آجاتی ہے، جو کہ آہستہ آہستہ بڑھتی ہی چلی جاتی ہے اور پھر کوئی وقت ایسا آتا ہے کہ پورا خاندان ہی منتشر ہو جاتا ہے جو بڑا ہی خطرناک اور افسوس ناک مرحلہ ہوتا ہے۔ تو ایسے ہی حادثہ سے بچنے کیلئے اللہ تعالیٰ نے قانون وضع کر کے ہمارے ہاتھ میں دے دیا ہے کیونکہ صفات انسانی کو اللہ نے دو ہستیوں کے درمیان بانٹ دیا ہے یعنی مرد و عورت، عورت کے اندر نرمی والی صفات رکھ دیں، تاکہ وہ مرد کیلئے سکون کا باعث ہو اس ازدواجی زنجیر میں مرد کو قوی صفات کا حامل بنا دیا تاکہ عورت اس سے اعتماد حاصل کر سکے، مگر بعض اوقات ماحول یا حالات کی وجہ سے دونوں میں شدید اختلافات پیدا ہو جاتے ہیں جن کا حل رب العزت نے طلاق کی صورت میں بتایا ہے، یہ انتہائی نازک اور مشکل کام ہے اسی لیے حدیث میں آیا ہے کہ: قَالَ: رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَا أَحَلَّ اللَّهُ شَيْئًا أَبْغَضَ إِلَيْهِ مِنَ الطَّلَاقِ۔[12] ترجمہ: تمام حلال چیزوں میں اللہ کو سب سے زیادہ ناپسند طلاق ہے۔

برصغیر کے مشہور فتاویٰ عالمگیریہ میں اس حوالے سے مرقوم ہے: وأما وصفه فهو أنه محظور نظرا إلى الأصل ومباح نظرا إلى الحاجة كذا في الكافي۔[13] یوں سمجھ لیں کہ یہ ایک بہت بڑا اور ضروری آپریشن ہے جس کے لیے اللہ نے بہترین ہدایات اور طریقے بتائے ہیں کہ جن سے مرد عورت اور خاندان کی زیادہ سے زیادہ اصلاح ہو جائے اور کسی کو بھی غیر ضروری اور نامناسب نقصان نہ پہنچ جائے۔

طلاق کی لغوی معنی:

طلاق لغت میں قید و بندش کھول دینے کا نام ہے۔ یہ لفظ "طلاق" سے ماخوذ ہے، اہل عرب کہتے ہیں، اطلقت "ابلی واسیری" میں نے اپنے اونٹ اور قیدی کو چھوڑ دیا، "وطلقت امراتی" میں نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی اسطرح اہل عرب کے نزدیک لفظِ اطلاق اور طلاق دونوں یکساں ہیں۔ البتہ اہل لغت نے دونوں کے استعمال میں یہ فرق کیا ہے کہ لفظ طلاق صرف عورتوں کے لیے استعمال کرتے ہیں اور اِطلاق عورتوں کے علاوہ جانور اور قیدی وغیرہ کو چھوڑنے کے لیے بھی استعمال کرتے ہیں۔[14]

طلاق کی لغوی بحث کرتے ہوئے روح البیان میں اسماعیل حقی حنفیؒ لکھتے ہیں: طلاق دادن یعنی عقده نكاح راحل كردن وكشادن۔اصل الطلاق التخلية من وثاق ويقال أطلقت البعير من عقاله[15]۔یعنی طلاق دینے سے مراد ہے کہ نکاح کے گرہ کو کھولنا، طلاق کی اصل کسی چیز کو خالی کرنے کیلئے بولا جاتا ہے، جس طرح کہ عرب کہتے ہیں کہ میں نے اونٹ کو رسی سے کھول دیا۔

اس لغوی بحث کا خلاصہ یہ کہ لفظ "طلاق" کسی چیز کے کھولنے کے لئے استعمال ہوتا ہے، خواہ وہ حسی ہو یا معنوی ہو۔

طلاق کی اصطلاحی معنی:

طلاق کے لفظی معنی چھوڑ دینے کے ہیں اور شریعت نے اسے ایک خاص چھوڑنے کے معنی میں استعمال کیا ہے یعنی وہ افتراق یا جدائی بیوی شوہر کے درمیان واقع ہو، یا یوں کہہ لیں کہ نکاح سے عورت شوہر کی پابند ہو جاتی ہے، اس پابندی کے اٹھا دینے کو طلاق کہتے ہیں جیسا کہ علامہ ابن الھمام حنفی "فتح القدیر" میں تحریر فرماتے ہیں: "نکاح سے پیدا ہونے والی حلت اور قید و بندش کو مخصوص الفاظ کے ذریعہ ختم کر دینے کا نام طلاق ہے۔ اور مخصوص الفاظ سے مراد وہ الفاظ ہیں جو "ط، ل، ق" کے مادہ پر مشتمل ہو وہ اپنے مفہوم میں صریح ہو جیسے انت طاٸق، یا طلاق کے ساتھ کسی اور معنی کا بھی احتمال رکھتا ہو یعنی کنایہ ہو جیسے انت مطلقۃ لام پر تشدید کے بغیر "16

شریعت میں طلاق مباح ہے مگر ابعض المباحات یعنی تمام حلال چیزوں میں خدا کے نزدیک زیادہ ناپسندیدہ ہے اسی لئے شریعت نے اس نظام پر بھی چند پابندیاں عائد کر دی ہیں جن کی وجہ سے طلاق کی اجازت کا استعمال محض وقتی اور ہنگامی اثرات کا نتیجہ نہ ہو، بلکہ بہتر تو یہ ہے کہ تسامح اور چشم پوشی سے کام لیا جائے اور اپنی بیوی سے در گزر کیا جائے، اسی کو اسلام نے بہترین انسان کہا ہے، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا: خیرُکم خیرُکم لأهلِه وأنا خیرُکم لأهلِي۔[17] ترجمہ: تم میں سے بہتر وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے لئے بہتر ہو اور تم میں سے سب سے بہتر اپنے گھر والوں سے حسن سلوک کرنے والا میں خود ہوں۔

طلاق کا وجود خاص خاص دشواریوں کے حل کیلئے ضروری ہے اور اس وقت طلاق کی ضرورت ایسی ہی ہو جاتی ہے جیسے کسی حصہ جسم میں زہریلا مادہ پیدا ہو جانے کے باعث اس کا جسم انسانی سے بذریعہ قطع و برید جدا کرنا ضروری ہو جاتا ہے۔ اگرچہ عضو کا کاٹنا بہر حال ناپسندیدہ سمجھا جائے، طلاق دینے والے کو شریعت مطہرہ سمجھاتی ہے کہ اب وہ ایک ایسے خطرناک فعل کا اقدام کرنے لگا ہے جو اللہ تعالیٰ کو ناپسندیدہ بھی ہے اور مبغوض بھی۔ لٰہذا جب تک یہ ثابت نہ ہو جائے کہ صرف یہی ایک صورت، مرد کی بقاء وصحت اور حفاظت عزت وایمان کی رہ گئی ہے اس وقت تک اس پر عمل نہیں کرنا چاہیے۔ قرآن کریم نے اس کیلئے چند تفصیلی احکام دئے۔ جو مندرذیل ہیں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: وَاِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ مِن بَعْلِهَا نُشُوْزًا اَوْ اِعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ اَنْ يُّصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا۔[18] ترجمہ: اور اگر کسی عورت کو اپنے خاوند کی طرف سے زیادتی یا بے رغبتی کا اندیشہ ہو تو میاں بیوی پر کچھ گناہ نہیں کہ آپس میں کسی قرارداد پر صلح کر لیں اور صلح خوب (چیز) ہے۔

یعنی ایک عورت اگر اپنے سے اپنے شوہر کو پھرا ہوا دیکھے کہ اس سے علیحدہ رہتا ہے یا کھانے پینے کو نہیں دیتا یا نان نفقہ میں کمی کرتا ہے۔ یا مارتا یا بدزبانی سے پیش آتا ہے اور اس سے دور دور رہتا ہے تو طلاق وجدائی اختیار کرنے سے یہ بات کہیں بہتر ہے کہ عورت اپنے حقوق کا کچھ حصہ، شوہر پر معاف کر دے، اسے خوش کرنے کے لئے اپنے حق میں سے کچھ چھوڑ دے، مثلاً اپنا مہر معاف کر دے، یا اس میں کمی کر دے، اپنی باری کا دن دوسری بیوی کو دیدے، اپنے مصارف کا بوجھ ہلکا کر دے اور اس طرح باہمی مصالحت اور میل ملاپ کے بعد عورت اسی شوہر کے ساتھ رہے جس کے ساتھ وہ عمر کا ایک حصہ گزار چکی ہے، ازدواجی تعلقات میں تلخی دور کرنے کیلئے یہ ایک ایسا نسخہ ہے جسے شریعت مطہرہ نے عورت کے اختیار اور تصرف میں دیا، سورہ النساء میں اللہ تعالیٰ نے تین مراحل پر مشتمل ایک اور حل بیان فرمایا ہے: وَالّٰتِيْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَاهْجُرُوْهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَيْهِنَّ سَبِيْلًا اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيًّا كَبِيْرًا[19]۔

ترجمہ: جن عوتوں کی نسبت تمہیں معلوم ہو کہ سرکشی و (بدخوئی) کرنے لگی ہیں تو (پہلے) ان کو سمجھاؤ (اگر نہ سمجھیں تو) پھر ان کے ساتھ سونا ترک کر دو۔ اگر اس پھر بھی باز نہ آئیں تو پھر زدوکوب کرو اور اگر فرمانبردار ہو جائیں تو پھر ان کو ایذا دینے کا کوئی بہانہ مت ڈھونڈوں بیشک خدا سب سے اعلیٰ (اور) جلیل القدر ہے۔

I۔ "فَعِظُوهُن" انہیں سمجھاؤ اور بتاؤ کہ شوہر کی نافرمانی اور اس کی اطاعت نہ کرنے اور اس کے حقوق کا لحاظ نہ رکھنے کے نتیجے دنیا و آخرت دونوں میں خسران اور وبال کے سوا کچھ نہیں اور اللہ تعالیٰ کا عذاب مول لینا کوئی دانشمندی کی بات نہیں، اگر عورت شریف طینت ہے تو اس کے لئے اتنا ہی کافی ہو گا۔ اس میں بھی شوہر کو یہ تعلیم ہے کہ فوراً غصہ میں آکر کوئی کاروائی نہ کرے۔

Ii۔ اب بھی اگر اصلاح نہ ہو تو سزا کی دوسری منزل یہ ہے کہ "وَاهجُرُوهُنَّ فِی المَضَاجِعِ" مرد کچھ عرصہ کے لئے عورت سے بات چیت ترک کر دے۔ انہیں خواب گاہوں میں تنہا چھوڑ دیں اور تعلقات ہمبستری منقطع کر لیں۔

Iii۔ یہ تدبیر بھی کارگر نہ ہو اور عورت اپنی سرکشی و نافرمانی پر قائم رہے جیسا کہ بعض طبقوں میں دیکھا جاتا ہے تو اب تیسرا علاج یہ ہے کہ "واضربواهن" تادیب کے طور پر ہلکی سی مار ماری جائے، ایسی ضرب نہ مارے جس سے جلد پر نشان ہو جائے، عورت کیسی ہی سخت کیوں نہ ہو معمولی مار سے راہِ راست پر آجاتی ہے تاہم بعض بد خصلت عورتیں ایسی ہوتی ہیں کہ وہ کسی تدبیر سے درست ہی نہ ہوں اور اپنی سرکشی و نافرمانی میں حد سے تجاوز کر جاتی ہیں تو اب شریک زندگی سے نبھاؤ کے تمام راستے بند ہو جاتے ہیں۔ اس ہر روز کی چیخ و پکار کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ گھر گھر رسوائی ہوتی ہے اور مرد عورت دونوں کیلئے یہ دنیا جہنم کا نمونہ بن جاتی ہے۔ ایسی حالت میں شریعت مطہرہ پھر دونوں کو ایک اور موقعہ دیتی ہے اور وہ یہ کہ فَابعَثُو ا حَکَماً مِّن اَہلِہٖ وَحَکَمًا مِّن اَهلِهَا۔ یعنی جہاں میاں بیوی میں ناموافقت اور ایسی کشمکش پیدا ہو جائے جسے وہ باہم نہ سلجھا سکیں تو دو ثالث مقرر کئے جائیں تا کہ نزاع سے انقطاع (علیحدگی) تک نوبت پہنچنے یا عدالت میں معاملہ جانے سے پہلے، گھر کی گھر میں کوئی اصلاح کی صورت نکل آئے۔ میاں بیوی میں نزاع ہونے میں یہ ہرگز نہ ہونا چاہیے کہ فوراً طلاق طلاق ہو جائے یا کسی اور ایسی ہی کاروائی کی نوبت آجائے بلکہ پہلے یہ کوششیں مصالحت و مفاہمت کی کر لی جائیں، رشتہ ازدواج ایک اہم ترین رشتہ ہے اس پر بے پروائی سے ضرب نہیں لگائی جانی چاہیے اور اس مصالحت و مفاہمت کی تدبیر یہ ہے کہ میاں بیوی میں سے ہر ایک خاندان کا ایک ایک آدمی اس غرض سے مقرر کیا جائے کہ دونوں مل کر اختلاف کے اسباب کی چھان بین کریں پھر آپس میں سر جوڑ کر بیٹھیں اور تصفیہ کی کوئی صورت نکالیں۔ اسلام کو یہ بات پسند نہیں ہے کہ خانگی الجھنوں اور میاں بیوی کے مابین مناقشوں کا علم ہونے کے باوجود ان کے خاندان کے بااثر بارسوخ اور باوقار افراد، دامن سمیٹ کر الگ تھلگ ہو جائیں جیسے کہ ان کا اس سے کوئی تعلق ہی نہیں بلکہ حکم یہ ہے کہ اس خانگی نزاع کو یہ لوگ اپنا ہی معاملہ سمجھیں اور اپنی کوشش میں کوئی کمی نہ کریں بلکہ زوجین اگر اپنے اپنے رشتہ داروں میں سے خود ہی کسی کو منتخب نہ کریں تو انہیں چاہیے کہ اپنے اپنے خاندانوں کے وقار کی خاطر مداخلت کریں اور احکام شرعیہ کی روشنی میں مناسب فیصلہ دیں، ماننا نہ ماننا ان دونوں کے اختیار میں ہے، اب بھی اگر اصلاح نہ ہو اور اصلاح احوال کی تمام تدبیریں رائیگاں جائیں اور قصور کا بوجھ صرف عورت پر ہو تو اب شوہر کو اجازت ہے کہ اسے طلاق دے دے۔

طلاق کے اقسام اور احکام:

طلاق کے مختلف حوالے سے مختلف اقسام بنتے ہیں، مگر یہاں سورۃ الطلاق میں فقہاء کرام نے طلاق دینے کے اعتبار سے تین اقسام بنائے ہیں، یعنی طلاق کس طرح دیدی جائیگی اس کا صحیح طریقہ کیا ہے اور غلط طریقہ کیا ہے؟ دیگر مفسرین کی طرح علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے بھی یہاں ان اقسام کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ :قوله تعالى: {فَطَلِّقُوهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ} فسره بأن تطلق في طهر لم يجامع فيه. أخرجه البخاري ومسلم وفي لفظ عن المسلم أنه قرأ: فطلقوهن في قبل عدتهن فاستدل الفقهاء بذلك على أن طلاق السنة ما ذكر وأن الطلاق في الحيض أو طهر جومعت فيه بدعي حرام، واستدل قوم بالآية على عدم وقوعه في الحيض۔[20]

ترجمہ: اللہ تعالی کا قول: {فَطَلِّقُوهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ} اس آیت کی تفسیر نبی کریم ﷺ نے اس طرح فرمائی ہے کہ آدمی ایک طلاق ایسے طہر میں دے جس میں انہوں نے عورت کے ساتھ مجامعت نہیں کی ہو۔اس کی تخریج بخاری نے کی ہے جبکہ مسلم کے الفاظ میں یوں پڑھا گیا ہے "فطلقوهن في قبل عدتهن" اس سے فقہاء کرام نے استدلال کیا ہے کہ یہ جو ذکر ہوا یہ طلاق سنت ہے اور حیض یا جس طہر میں مجامعت کی ہے اگر اس میں طلاق دی گئی یہ طلاق بدعی ہے، جبکہ بعض علماء کرام نے اس آیت سے استدلال کرتے ہوئے فرمایا کہ حیض میں طلاق واقع ہوتی ہی نہیں۔

یہاں علامہ سیوطیؒ نے قرآنی آیت اور حدیث نبوی کو جمع کر کے فرمایا کہ اسی سے فقہاء کرم استدلال کرتے ہوئے طلاق کے مخصوص اقسام تین بناتے ہیں، بالفاظ دیگر طلاق دینے کے تین طریقے ہیں، ان تین اقسام یا طریقوں کی تفصیل حسب ذیل ہے:

طلاق احسن:

بیوی ماہواری سے پاک ہو، اور بیوی سے صحبت کئے بغیر ایک طلاق رجعی دے، اس صورت میں دوران عدت رجوع کر سکتا ہے، اور عدت کے بعد دوبارہ نکاح کر سکتا ہے، طلاق کا یہ طریقہ سب سے بہتر ہے، فتاوی ہندیہ میں ہے: وإذا طلق الرجل امرأته تطليقة رجعية أو تطليقتين فله أن يراجعها في عدتها رضيت بذلك أو لم ترض۔[21] ترجمہ: جب کوئی اپنی بیوی کو ایک یا دو طلاق دیدے تو شوہر عدت کے اندر اپنی بیوی سے رجوع کر سکتا ہے، اس پر بیوی راضی ہو یا نہ ہو۔

ایک روایت موقوفہ میں عبداللہ بن عباس سے مروی ہے کہ: عَنْ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: طَلَاقُ السُّنَّةِ أَنْ يُطَلِّقَهَا طَاهِرًا مِنْ غَيْرِ جِمَاعٍ۔[22] ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود نے کہا سنت طریقے سے طلاق دینا یہ ہے کہ عورت کو حیض سے فراغت پانے کے بعد طلاق دے اور اس طہر میں جماع نہ کرے۔

ابن ماجہ نے یہ روایت اس طرح نقل فرمائی ہے: عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ فِي طَلَاقِ السُّنَّةِ:يُطَلِّقُهَاعِنْدَكُلِّ طُهْرٍ تَطْلِيقَةًفَإِذَاطَهُرَتْ الثَّالِثَةَ طَلَّقَهَاوَعَلَيْهَابَعْدَذَلِكَ حَيْضَةٌ[23] ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود نے بیان کیا طلاق کا سنت طریقہ ہے کہ عورت کو طہر میں ایک طلاق دے جب تیسری بار پاک ہو تو آخری طلاق دے اور اس کے بعد عدت ایک حیض ہو گی۔

طلاق حسن:

طلاق احسن یہ ہے کہ شوہر بیوی کو تین طہروں میں الگ الگ تین طلاقیں دے، یہ صورت بھی جائز ہے، البتہ اس صورت میں شرعی حلالہ کئے بغیر آئندہ نکاح نہیں کر سکتا، فتاوی عالمگیری میں اس طلاق کے حوالے سے اس طرح مرقوم ہے: والحسن أن يطلقها واحدة في طهر لم يجامعها فيه ثم في طهر آخر أخرى ثم في طهر آخر أخرى۔[24] صاحب قدوری طلاق احسن اور حسن کے بارے اس طرح رقمطراز ہے:فأحسن الطلاق: أن يطلق الرجل امرأته تطليقه واحدة في طهر لم يجامعها فيه ويتركها حتى تنقضي عدتها وطلاق السنة: أن يطلق المدخول بها ثلاثا في ثلاثة أطهار۔[25] ترجمہ: طلاق احسن یہ ہے کہ آدمی اپنے زوجہ کو ایک ایسے طہر میں ایک طلاق دیدے جس میں مجامعت نہیں کی ہو یہاں تک کہ اس کی عدت گزر جائے، اور طلاق حسن یہ ہے کہ جس عورت کے ساتھ مجامعت کی ہے اس کو تین طہر میں تین طلاق دیدے۔

طلاق بدعت:

طلاق بدعی یا طلاق بدعات کی متعدد صورتیں ہیں، مثلاً: یہ کہ بیوی کو ماہواری کی حالت میں طلاق دے۔ایسے طہر میں طلاق دے جس میں صحبت کر چکا ہو۔ایک ہی مجلس یا ایک ہی طہر میں تین یا تین سے زائد طلاقیں دے، جس طرح کہ ہمارے معاشرے میں اس کا رواج ہے جو بوقت غصہ کہتے ہیں کہ تجھے ہزار طلاق ہے، مصنف ابن ابی شیبہ میں روایت ہے کہ: عن سعیدبن جبیرقال:جاء رجل إلى ابن عباس،فقال:إني طلقت امرأتي ألفا،أو مائة،قال:بانت منك بثلاث،وسائرهن وزر،اتخذت آيات الله هزوا۔[26]

ترجمہ: ایک آدمی ابن عباسؓ کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ میں نے اپنی بیوی کو ہزار یا سو طلاقیں دیدی، ابن عباسؓ نے فرمایا کہ وہ تو آپ نے تین طلاق سے ہی جدا ہو گئی مگر تمام طلاقیں گناہ کا کام آپ نے کئے، کیا آپ نے اللہ کی کتاب کو مزاق بنا رکھا ہے؟

طلاق بدعی کے بارے میں قدوری میں ہے کہ: وطلاق البدعة: إن يطلقها ثلاثا بكلمة واحدة أو ثلاثا في طهر واحد فإذا فعل ذلك وقع الطلاق وبانت منه وكان عاصيا۔[27] ترجمہ: طلاق بدعت یہ ہے کہ آدمی ایک ہی کلمہ سے تین طلاقیں دیدے یا ایک ہی طہر میں تین طلاقین دیدے، اس طرح کرنے سے طلاق واقع ہو جائیگی اور یہ عورت شوہر سے جدا ہو جائیگی۔اس طرح طلاق دینے والا گناہ گار ہوگا اور طلاق بھی واقع ہو جائے گی البتہ اگر تین طلاقیں ایک ساتھ دے دیں تو عورت حرمت مغلظہ کے ساتھ حرام ہو جائے گی اور اگر حالت حیض میں طلاق دے یا ایسے طہر میں جس میں جماع کیا ہو تین سے کم طلاق دے تو رجوع کا حق باقی رہے گا اور رجوع کے بعد باقی ماندہ طلاق دینے کا حق شوہر کو ہوگا۔

حالت حیض میں طلاق کا حکم:

طلاق کے احکام میں سے ایک اہم حکم حالت حیض میں طلاق دینا ہے، اس مقام پر علامہ سیوطیؒ نے "الاکلیل فی استنباط التنزیل" میں اس بارے میں فرمایا کہ بعض اہل علم کا خیال ہے کہ طلاق واقع نہیں ہوتی اور اس قول کے ضُعف کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا "بعض" علماء کرام کا یہ قاعدہ ہے کہ جب کسی چیز کی کمزوری بتانی ہوتی ہے تو اسے لفظ "بعض" سے ذکر کر دیتے ہیں، جبکہ حقیقت یہ ہے کہ ماہواری میں طلاق واقع ہو جاتی ہے، اگرچہ یہ کام خلاف سنت اور منع ہے تاہم اگر کوئی شخص حیض کی حالت میں بیوی کو طلاق دے تو طلاق واقع ہو جائے گی، اس حوالے سے عبداللہ بن عمرؓ کا واقعہ مشہور ہے، جس میں نبی ﷺ نے حضرت عمرؓ سے فرمایا: مُرْهُ فَلْيُرَاجِعْهَا ثُمَّ لِيُمْسِكْهَا حَتَّى تَطْهُرَ ثُمَّ تَحِيضَ ثُمَّ تَطْهُرَ ثُمَّ إِنْ شَاءَ أَمْسَكَ بَعْدُ وَإِنْ شَاءَ طَلَّقَ قَبْلَ أَنْ يَمَسَّ فَتِلْكَ الْعِدَّةُ الَّتِى أَمَرَ اللَّهُ أَنْ تُطَلَّقَ لَهَا النِّسَاءُ۔[28]

ترجمہ: اس کو حکم دو کہ رجوع کرے، پھر اُسے اپنی زوجیت میں روکے رکھے یہاں تک کہ وہ پاک ہو جائے۔ پھر حیض آئے، پھر پاک ہو۔اِس کے بعد چاہے تو روک لے اور چاہے تو (ازدواجی) ملاقات سے پہلے طلاق دے دے۔اس لیے کہ یہی اُس عدت کی ابتدا ہے جس کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو طلاق دینے کی ہدایت فرمائی ہے۔حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے اس واقعے سے واضح ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حالتِ حیض میں طلاق دینے کو اگرچہ ناپسند فرمایا مگر اس طلاق کو شمار کیا، کیونکہ اس حدیث میں لفظ "فَلْيُرَاجِعْهَا" کا معنی ہے کہ رجوع کرے رجوع تب ہی ہوتا ہے جب ایک کام ہو جائے یعنی طلاق پہلے واقع ہو چکا ہے اب وہ اس واقع شدہ طلاق سے رجوع کرے، یونس بن

جبیرؒ فرماتے ہیں میں نے عبداللہ بن عمرؓ سے پوچھا: رَجُلٌ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ وَهِيَ حَائِضٌ؟ فَقَالَ: تَعْرِفُ ابْنَ عُمَرَ؟ إِنَّ ابْنَ عُمَرَ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ وَهِيَ حَائِضٌ، فَأَتَى عُمَرُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وآله وَسَلَّمَ فَذَكَرَ ذَلِكَ لَهُ، فَأَمَرَهُ أَنْ يُرَاجِعَهَا، فَإِذَا طَهُرَتْ فَأَرَادَ أَنْ يُطَلِّقَهَا فَلْيُطَلِّقْهَا۔[29] ترجمہ: ایک شخص اپنی بیوی کو حالت حیض میں طلاق دیدیتا ہے (تو اس کا کیا حکم ہے)؟ تو انہوں نے فرمایا: تو ابن عمر کو جانتا ہے؟ ابن عمر نے اپنی بیوی کو حالت حیض میں طلاق دیدی تھی تو عمر نبی اکرم ﷺ کے پاس آئے اور یہ بات ذکر فرمائی تو آپ ﷺ نے اسے رجوع کرنے کا حکم دیا اور فرمایا: جب وہ طہر کی حالت میں ہو پھر اگر وہ اسے طلاق دینا چاہے تو دے لے۔

یونس کہتے ہیں میں نے پوچھا کیا اس کی طلاق شمار کی گئی؟ تو ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: أَرَأَيْتَ إِنْ عَجَزَ وَاسْتَحْمَقَ؟۔ تیرا کیا خیال ہے اگر وہ عاجز آجائے اور بیوقوفی کرے (تو کیا طلاق شمار نہیں ہوگی؟)۔ حضرت ابوہریرہ کی روایت میں یہ الفاظ منقول ہیں: ثلاث جد هن جد وهزلهن جد النكاح والطلاق والرجعة۔[30] ترجمہ: تین چیزیں ایسی ہیں جن کو قصدا کہنا اور ہنسی مزاق کے طور پہ کہنا برابر ہے 1: نکاح 2: طلاق 3: رجعت۔ اس روایت کا خلاصہ بھی یہی ہے کہ طلاق کے وقوع میں کوئی چیز حائل نہیں ہوسکتی بلکہ طلاق ہر حال میں واقع ہوجاتی ہے، خواہ وہ سنجیدگی میں ہو یا ہنسی مزاق میں یا اسی طرح حالت حیض میں ہو، درج بالا احادیث سے واضح ہوتا ہے کہ حالتِ حیض میں بیوی کو دی گئی طلاق واقع ہوجاتی ہے۔ اگرچہ طلاق دینے کا یہ طریقہ کار خلافِ سنت ہے تاہم اس سے طلاق کے وقوع پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔

مطلقہ کے سکنی اور نفقہ کے بارے میں ائمہ متبعین کا اختلاف:

جس عورت کو طلاق دی گئی ہو اس کا ایک اہم مسئلہ اور رہنے کے مکان کا ہے، سورہ الطلاق کی روشنی میں اس مسئلے کی وضاحت کرتے ہوئے علامہ سیوطیؒ الاکلیل فی استنباط التنزیل میں رقمطراز ہے: قوله تعالى: {لَا تُخْرِجُوهُنَّ} الاية، فيه وجوب السكنى لها ما دامت في العدة وتحريم إخراجها وخروجها. قوله تعالى: {أَسْكِنُوهُنَّ} الآية. فيه وجوب السكنى للمطلقات كلها أو للبوائن لتقدم سكنى الرجعيات. فإنه خاص بالبوائن وتحريم المضارة بها والجائها إلى الخروج. {وَإِنْ كُنَّ أُولَاتِ حَمْلٍ فَأَنْفِقُوا عَلَيْهِنَّ} فيه وجوب الإنفاق على البائن الحامل حتى تنقضي عدتها ومفهومه أن غير الحامل لا نفقة لها۔[31] ترجمہ: اللہ تعالی کا قول: {لَا تُخْرِجُوهُنَّ} اس آیت میں ہے کہ جب تک عورت عدت میں ہے اسے گھر دیناواجب ہے اور ان کا نکلنا اور نکالنا دونوں حرام ہے۔ اللہ تعالی کا قول: {أَسْكِنُوهُنَّ} الآیۃ، اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام مطلقہ اور بائنہ عورتوں کو گھر دینا واجب ہے، کیونکہ سکونت میں پہلے پہلے یہ بات مطلق کہہ دی۔ یہ آیت بائنہ عورتوں کے ساتھ خاص ہے، اور شوہر کا اپنی مطلقہ کو کسی قسم کی تکلف پہنچانا حرام ہے اور اسے باہر نکالنے پر مجبور کرنا بھی حرام ہے۔ اللہ تعالی کا قول: {وَإِنْ كُنَّ أُولَاتِ حَمْلٍ فَأَنْفِقُوا عَلَيْهِنَّ} اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ حاملہ بائنہ عورت کیلئے نفقہ واجب ہے یہاں تک کہ اس کی عدت گزر جائے جبکہ اس آیت کا مفہوم مخالف سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حامل کے علاوہ باقی عورتوں کے لئے نفقہ واجب نہیں ہے۔

سورہ الطلاق کے اس آیت کے تحت علامہ سیوطیؒ نے دو باتوں کا تذکرہ فرمایا ہے، پہلی بات یہ کہ عدت میں رہنے والی تمام عورتوں کو گھر دیناواجب ہے، دوسری بات یہ کہ حاملہ عورت کو نفقہ دینا بھی لازم ہے، حاملہ کے علاوہ دیگر عورتیں جو عدت میں ہیں ان کو نفقہ دیناواجب نہیں ہے، علامہ سیوطیؒ نے جو یہ آخری بات کہی ہے یہ قول شوافع کا ہے، ان دو باتوں کا تحقیقی جائزہ آئندہ سطور میں لیاجائیگا مگر پہلے پہل بطور تمہید سکونت اور نفقہ کا مفہوم بیان کیاجائیگا تاکہ اصل مضمون سمجھنے میں آسانی ہو۔

نفقہ کا مفہوم:

علامہ ابن عابدین شامی نفقہ کی لغوی معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ: هي لغة: ما ينفقه الانسان على عياله[32]۔ یعنی لغت میں نفقہ ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو آدمی اپنے عیال پر خرچ کرتا ہے۔ بعینہ یہی معنی کنزالدقائق کی مشہور شرح "النہر الفائق" میں بھی مرقوم ہیں: وهي في اللغة ما ينفقه الإنسان على عياله[33]۔ یعنی لغت میں نفقہ ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو آدمی اپنے عیال پر خرچ کرتا ہے۔

اصطلاح شرع میں نفقہ کی تعریف فقہاء کرام نے اس طرح بیان فرمائی ہے: وشرعا، هي الطعام والكسوة والسكنى[34]۔ یعنی اصطلاح شرع میں نفقہ نام ہیں کھانے، کپڑے اور مکان کا۔ النہر الفائق میں مرقوم ہے: وفي الشرع كما قال هشام: سألت محمدًا عنها فقال: هي الطعام والكسوة والسكنى۔[35] ترجمہ: ہشامؒ رماتے ہیں کہ میں نے (اپنے استاد) امام محمد سے پوچھا؟ آپ نے فرمایا کہ نفقہ تین چیزوں کا نام ہے، یعنی روٹی، کپڑا اور مکان۔

ان احکام کی توضیح اور تفسیر یہ ہے کہ عدت والی عورتوں کی پانچ قسمیں ہیں: 1 رجعی طلاق دی ہوئی ہو۔ 2: طلاق بائن یا مغلظ دی گئی ہو اور عورت حمل والی نہ ہو۔ 3: طلاق ملنے والی عورت حاملہ ہو۔ 4: وہ عورت جس نے شوہر سے خلع کر لیا ہو۔ 5: عدۃ الوفاۃ گزار رہی ہو، ان عورتوں کو جن اخراجات کی ضرورت ہوتی ہے وہ تین ہیں: 1 کھانے کا خرچہ۔ 2 رہنے کا گھر۔ 3 کپڑے پہننے کی ضرورت۔

طلاق رجعی ہو یا بائن یا مغلظ حالت حمل میں ہو یا غیر حمل میں۔ ہر صورت میں طلاق دینے والے کے ذمہ ہے کہ عدت کے زمانے کا نان ونفقہ برداشت کرے اور رہنے کیلئے گھر بھی دے اگر خود بھی اسی گھر میں رہے تو طلاق بائن یا مغلظہ ہونے کی صورت میں پردہ کرکے رہے۔ اگر کسی عورت نے اپنے شوہر سے خلع کر لی تو یہ بھی طلاق بائن کے حکم میں ہے، اس میں بھی عدت واجب ہوتی ہے اور عدت کا نان ونفقہ اور رہنے کیلئے گھر دینا واجب ہوتا ہے اور جس عورت کا شوہر وفات پا گیا ہو اس پر عدت تو لازم ہے لیکن شوہر کے مال میں نان ونفقہ واجب نہیں یہ عورت اپنے مہر میں سے یا میراث کے حصہ میں سے اپنے اوپر خرچ کرے اگر خرچہ موجود نہ ہو اور میکہ والے بھی خرچ نہ کریں تو محنت مزدوری کرکے گزارہ کرلے، اگر اس کیلئے گھر سے نکلنا پڑے تو پردہ کے ساتھ دن میں باہر جاسکتی ہے اگر واپسی میں دیر ہو جائے اور تھوڑی سی ابتدائی رات اپنے گھر سے باہر گزر جائے تو اس کی اجازت ہے ضرورت پوری ہوتے ہی واپس آجائے اور رات کو اسی گھر میں رہے جس میں رہتے ہوئے شوہر نے وفات پائی ہے عدت وفات والی عورت کے شوہر کی میراث سے مذکورہ گھر میں اگر اتنا حصہ نہ نکلتا ہو جو اس کی رہائش کیلئے کافی ہو یا شوہر کے ورثا اس کو گھر سے نکال دیں یا مکان کرائے پر تھا اس کا کرایہ ادا کرنے کی طاقت نہ ہو یا اپنی جان یا مال کے بارے میں خوف وخطرہ ہو تو اس گھر کو چھوڑ سکتی ہے جس میں شوہر کی وفات ہوئی۔

مطلقہ عورتوں کو رہنے کی جگہ دینے کا حکم:

تمام مطلقہ عورتوں کو عدت کی مدت میں مکان دینا شوہر پر لازم ہے اس پر تمام امت کے فقہاء کا اتفاق ہیں کیونکہ اس کی صریح دلیل موجود ہے جس میں اللہ تعالی کا فرمان ہے: اَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِّنْ وُّجْدِكُمْ وَلَا تُضَارُّوْهُنَّ لِتُضَيِّقُوْا عَلَيْهِنَّ۔[36] ترجمہ: تم اپنی طاقت کے مطابق جہاں تم رہتے ہو وہاں ان (طلاق والی) عورتوں کو رکھو اور انہیں تنگ کرنے کیلئے تکلیف نہ پہنچاؤ

مفتی محمد شفیعؒ اس آیت کے تحت لکھتے ہیں کہ: "مطلقہ عورتوں کو ان کے گھروں سے نہ نکالو، اس آیت میں اس کا ایجابی پہلو ذکر کیا گیا کہ ان کو عدت پوری ہونے تک اپنی وسعت وقدرت کے مطابق رہنے کا مکان دو جہاں تم خود رہتے ہو اسی مکان کے کسی حصہ میں رکھو، اگر مطلقہ بطلاق رجعی ہے جب تو باہم کسی پردہ کی بھی ضرورت نہیں، ہاں اگر طلاق بائن دی ہے یا تین طلاق دے دی ہیں تو اب رشتہ نکاح ٹوٹ چکا ہے اس کو سابق شوہر سے پردہ کرنا چاہیئے اس لئے پردہ کیساتھ اسی مکان میں رہنے کا انتظام کیا جائے"[37]۔ جس گھر میں یہ مطلقہ عورت رہ رہی ہو اس کی کیفیت کیسی ہو اس حوالے سے علامہ ابن عابدین شامیؒ درالمحتار میں اس طرح مرقوم ہے:ولو أراد أن يسكنها مع ضرتها أو مع أحمائها كأمه وأخته وبنته فأبت فعليه أن يسكنها في منزل منفرد لأن إباءها دليل الأذى والضرر ولأنه محتاج إلى جماعها ومعاشرتها في أي وقت يتفق لا يمكن ذلك مع ثالث۔[38] ترجمہ: اگر شوہر نے چاہا کہ بیوی کو سوکن یا اپنی والدہ، بہین، بیٹی کے ساتھ ایک مکان میں رکھے اور بیوی نے انکار کیا تو شوہر پر لازم ہے کہ اس کیلئے الگ مکان کا بندوبست کرے، کیونکہ اس کا انکار کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ ان سے اسے تکلیف پہنچتی ہے، کیونکہ بیوی کو کسی بھی وقت مباشرت اور مباشرت کی ضرورت پڑھتی ہے اور یہ کسی اور کے ہوتے ہوئے ممکن نہیں ہے۔

علاوہ ازیں گھر کی کیفیت کیا ہو؟ گھر اچھا ہو یا کمزور یا درمیانہ اس میں شوہر کی مالی حالت کا اعتبار ہوگا یا عورت کا اعتبار ہوگا اس مسئلے کا حل بھی فقہاء کرام نے نکالتے ہوئے لکھا ہے کہ:ذلك يختلف باختلاف الناس ففي الشريفة ذات اليسار لا بد من إفرادها في دار ومتوسط الحال يكفيها بيت واحد من دار۔[39] ترجمہ: گھر کا اعتبار لوگوں کی اعتبار سے مختلف ہوتا ہے، شریعت مطہرہ میں مالدار آدمی پر لازم ہے کہ بیوی کو ایک متوسط الگ گھر دیدے۔ اس مسئلے میں چونکہ ائمہ کا کوئی اختلاف نہیں ہے بلکہ متفق علیہ مسئلہ ہے اس لئے اس کی کوئی زیادہ تشریح کی ضرورت نہیں ہے۔

حوالہ جات

[1] حریری، غلام محمد، تاریخ تفسیر ومفسرین، ملک سنز اینڈ پبلشرز، فیصل آباد، 1999، ص229

[2] السیوطی، جلال الدین، كتاب التحدث بنعمة الله، المطبعة العربية الحديثة، قاہرہ، 1975ء، ص79

[3] اردو دائرہ معارف اسلامیہ، دانش گاہ پنجاب، لاہور، 2006ء ج11، ص537

[4] غازی، محمود احمد، محاضرات قرآنی، الفیصل ناشران وتاجران، لاہور، 2002، ص237

[5] چشتی، مولوی، عبد الحلیم، فوائد جامعہ بر عجالہ نافعۃ، علمی بک ڈپو، لاہور، سن اشاعت ندارد، ص212

[6] سیوطی، جلال الدین، عبد الرحمان، مقدمہ الاتقان فی علوم القرآن، مکتبہ المعروفیہ، کوئٹہ، ج2، ص183

[7] سیوطی، جلال الدین، عبد الرحمان، مقدمہ الاکلیل فی استنباط التنزیل، دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1981، ص5

[8] القرطبیؒ، ابو عبد اللہ محمد بن احمد انصاری، الجامع لاحکام القرآن الشیر بالتفسیر القرطبیؒ موسسۃ الرسالۃ، بیروت، ج21، ص26

[9] فخر الدین رازی، محمد بن عمر، مفاتیح الغیب، مشہور بتفسیر کبیر، دار إحیاء التراث العربی، بیروت، 1420ھ، ج30، ص558

[10] سیوطی، جلال الدین عبد الرحمٰن، الدر المنثور فی التفسیر بالماثور، دار الفکر، بیروت، ج8، ص188

[11] ایضا

[12] سجستانی، سلیمان بن اشعث، سنن ابوداود، قدیمی کتب خانہ، کراچی، كتاب النكاح، بَابٌ فِي كَرَاهِيَةِ الطَّلَاقِ، ج1، ص314

[13]نظام الدین وجماعت علماء،الفتاویٰ الہندیہ، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ، ج 1، ص348

[14]محمد بن مکرم بن علی بن منظور، لسان العرب، دار صادر، بیروت، ج4، ص241

[15]حقی، اسماعیل، روح البیان، بیروت، دار الفکر، بیروت، س ن، ج10، ص24

[16]ابن ہمام، عبدالواحد، فتح القدیر، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ، ج3، ص364

[17]ابن ماجہ ابوعبداللہ محمد بن یزید، السنن لابن ماجہ، ابواب النکاح، بَابُ حُسْنِ مُعَاشَرَةِ النِّسَاءِ، ص140

[18]النساء4:128

[19]النساء4:34

[20]سیوطی، جلال الدین، عبدالرحمان، مقدمہ الاکلیل فی استنباط التنزیل، ص266

[21]نظام الدین وجماعت علماء،الفتاویٰ الہندیہ، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ، ج 1، ص470

[22]ابن ماجہ ابو عبداللہ محمدبن یزید، السنن لابن ماجہ، قدیمی کتب خانہ، کراچی، کتاب الطلاق، باب طلاق السنہ، ص146

[23]ایضا، ص146

[24]نظام الدین وجماعت علماء،الفتاویٰ الہندیہ، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ، ج 1، ص347

[25]قدوری، ابوالحسن، احمد بن محمد، مختصر القدوری، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ، ص143

[26]ابن ابی شیبہ، حافظ ابوبکر عبداللہ بن محمد، مصنف ابن ابی شیبہ، بیروت، دار الفکر، س ن، ج4، ص63

[27]قدوری، ابوالحسن، احمد بن محمد، مختصر القدوری، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ، ص144

[28]البخاری. محمد بن اسماعیل، الصحیح للبخاری، قدیمی کتب خانہ، کتاب الطلاق، بَابُ إِذَا طَلَّقَ الحَائِضَ تَعْتَدُّ بِذَلِكَ الطَّلاَقِ، ج2 ص790

[29]ایضا

[30]سجستانی، سلیمان بن اشعث، سنن ابوداود، قدیمی کتب خانہ، س ن، کتاب الطلاق، بَابٌ فِي الطَّلَاقِ عَلَى الْهَزْلِ

[31]سیوطی، جلال الدین، عبدالرحمان، مقدمہ الاکلیل فی استنباط السنزیل، ص267

[32]سامی، محمد امین بن عابدین، ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی، س ن، ج3، ص571

[33]ابن نجیم، عمر بن ابراہیم، (س ن) النہر الفائق، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ، ج2، ص504

[34]سامی، محمد امین بن عابدین، ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی، س ن، ج3، ص601

[35]ابن نجیم، عمر بن ابراہیم، (س ن) النہر الفائق، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ، ج2، ص506

[36]الطلاق65:6

[37]عثمانی، محمد شفیع. مفتی، معارف القرآن. کراچی: ادارۃ المعارف، س ن، ج8، ص491

[38]سامی، محمد امین بن عابدین، ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی، س ن، ج:3 ص: ج3، ص601

[39]ایضا، ص602

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.